© rasailojaraid.com

جیسے خشک زمین میں پانی یہاں تک کہ سارا جسم اس کیفیت محبتی سے پُر ہو گیا اور ایک نغمہ طاری ہو گیا جس کا اثر ظاہری طور پر بھی پورے جسم میں محسوس ہوا۔ اس وقت ایک صورت عنصری حضرت اقدس سے جدا ہو کر میرے جسم میں حلول کر آئی ایسا کہ سر سر میں اور ہاتھ ہاتھ میں اسی طرح پیر اور تمام اعضاء بھی ہوئے۔ اس کیفیت کے افاضہ نے ایک نئی تازگی بخشی اور اس حسرت و افسوس اس ظاہری جدائی نے جو حضرت کی دوری کے احساس سے دل کو محسوس رہی تھی تسکین پائی۔ اس صورت کا حلول اب بھی باقی ہے اور نظر سے پوشیدہ نہیں ہے[۱]

شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ایشان ارقام فرمودند کہ روزے از انفاس العارفین احوال شیخ الہداد قدس سرہٗ جائے کہ غلبہ کیفیت بیخودی ایشان مرقوم است می خواندم فرزندم عطاء اللہ بمطالعہ در آمد بخاطر رسید کہ ایں کیفیت بیخودی فی الحال یافتہ نمی شود وقت شب حضرت اقدس مدظلہم العالی را بخواب دیدم کہ تشریف آوردہ اند و می فرمایند کہ برائے دیدن تو آمدہ ام و کیفیت بیخودی جوش زدہ چنانچہ ایں فقیر نیز متاثر شدہ و کیفیت بیخودی مستولی گردید چوں از خواب بیدار شدم خود را متاثر یافتم و بفضل اللہ وسواسے کہ عارض شدہ بود مرتفع گشت والحمد للہ علی ذالک۔[۲]

انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں انفاس العارفین میں شیخ الہداد قدس سرہٗ کے حالات پڑھ رہا تھا جس میں ان کی بیخودی کی کیفیت رقوم ہے اتنے میں میرے لڑکے عطاء اللہ آگئے اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اب یہ بیخودی کی کیفیت کسی میں نہیں پائی جاتی۔ شب میں حضرت اقدس کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں تمھارے ہی دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ میں ایک بیخودی اور مدہوشی کی کیفیت جوش زن ... ہے ایسا کہ فقیر بھی اس سے متاثر ہوا اور اس پر بھی بیخودی غالب ہو گئی۔ جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی اس بیخودی کا اثر باقی تھا اور اللہ کے کرم سے جو وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رفع ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک

شاہ نور اللہ قدس سرہٗ کا ایک دوسرا قول صاحب القول الجلی نقل فرماتے ہیں کہ:

روزے حضرت ایشاں مسئلہ از مسائل خیر کثیر بیان می فرمودند در سینۂ ما ازاں اختلاجے راہ یافت و قلب ما بداں ایمان نیاورد چوں مجلس منقضی شد برخاستم کہ خواب کنم بطرف بالیں مائل شدم سرما براں ہنوز قرار نگرفتہ بود کہ غفلتے آمد و مرا خواب دربود دراں حال دیدم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایستادہ اند ... و بداں اشارت کردہ میفرمایند کہ اَنَا اَقُولُ وَقَوْلِیَ الْحَق ہماں ساعت آگاہ شدم و تامل کردم خلش از دل دور شدہ بود بسلہ[1]

ایک روز حضرت اقدس خیر کثیر کا کوئی مسئلہ بیان فرما رہے تھے میرے دل میں ایک الجھن پیدا ہوئی اور قلب اس پر مطمئن نہ ہوا (اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ تھا) جب مجلس برخاست ہوئی تو میں سونے کے ارادہ سے لیٹا۔ پورے طور پر تکیہ پر سر گیا بھی نہ تھا کہ غفلت طاری ہو گئی اسی حال میں میں نے دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خیر کثیر کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ میں بھی یہی کہتا ہوں میرا قول حق ہے اسی وقت میں جاگ پڑا۔ غور کیا تو وہ خلش دل سے زائل ہو چکی تھی۔

یہ تھا شاہ صاحب کے احوال و افادات کا ایک مختصر سا خاکہ۔ آپ کی وفات ۱۱۸۱ھ میں ہوئی جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ایک مکتوب سے جو انھوں نے شاہ ابو سعید رائے بریلویؒ کے نام تحریر فرمایا مترشح ہوتا ہے۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی اسی بنیاد پر تحریر کیا ہے مات نحو سنۃ سبع و ثمانین و مائۃ و الف[2] ۱۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

---

(۱) ص: ۲۳

(۲) نزہۃ الخواطر۔ ج ۶: ۳۹۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدید عربی ادب میں مقالہ نگاری کا ارتقاء

از جناب عبدالحق صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی جواہر لال نہرو یونیورسٹی۔

جدید عربی ادب میں مقالہ نگاری کے ارتقاء پر کلام کرنے سے قبل قدیم عربی ادب میں مقالہ کی حیثیت پر گفتگو کر لینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قدیم عربی ادب مقالہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اسماء و اشکال الوان اور صیغوں و شرطوں کے ادل بدل سے مفاہیم اور معانی بدلتے نہیں ہیں۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کے عظیم مقالہ نگار "جونسن" نے مقالہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے: بے شک مقالہ عقلی کاوش کا نتیجہ ہے، اس کو کسی بھی ضابطہ و قاعدہ سے مقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ مقالہ کسی بھی نسق و نظام کے ساتھ رواں دواں نہیں ہو سکتا ہے۔ "بیکن" کی رائے ہے کہ مقالہ مختصر ملاحظات کا مجموعہ ہے جو بلا اعتناء لکھا جاتا ہے۔ اور عظیم مصری ادیب رائٹر ڈی نجیب محمود" مقالہ کی وسعت پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مقالہ کو کسی رائٹر کے خاص تجربہ کی تعبیر و تحریر پر ہی منحصر کیا نہیں جا سکتا ہے کیونکہ مقالہ ایک مجال ہے جہاں وجود کے ہر شئی پر گفتگو کرنے کی گنجائش ہے۔

قدیم عربی ادب میں مقالہ کے اشکال

ڈاکٹر محمد عوض محمد اپنی کتاب "محاضرات فی المقالۃ الادبیہ" میں کہتا ہے کہ مقالہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عربی زبان میں قدیم ہے۔ ان کی رائے ہے کہ عربی میں خطبات و مقامات اور رسائل کی شکل میں مقالہ کی مختلف شکلیں ہیں، لیکن انیس المقدسی اپنی کتاب "الفنون الادبیہ واعلامہا" میں کہتا ہے کہ اگر قدماء عرب رائٹرز اور خطباء کی تحریروں و تقریروں اور جدید مقالوں کا جائزہ لیا جائے تو دونوں کے اسالیب تحریر اور مضامین میں واضح فرق محسوس ہوگا۔ ان کی رائے میں خطبات اور مقامات کسی حال میں مقالہ کے محال میں شامل نہیں ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ رسائل کو مقالہ کے حدود میں شامل کرنا کسی حد تک جائز قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قدیم عربی ادب میں نثری اسلوب کی دو قسمیں ہیں: "دیوانی اسلوب" اور "ادبی اسلوب" دیوانی اسلوب میں جو رسائل، حکام کی طرف سے، اوامر و نواہی کی شکلوں میں صادر ہوتے تھے مقالہ کے زمرہ میں ہرگز شامل نہیں ہو سکتے ہیں، خواہ اُن میں فصاحت اور بلاغت اعلیٰ درجہ کی کیوں نہ ہو۔ ان رسائل کی حیثیت، مکاتبات رسمیہ کے سوا کچھ بھی نہیں اور مقالہ سے ان کو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ہے، باقی رہا قدیم ادبی اسلوب میں رسائل تو ان میں اور مقالہ میں وجہ شبہ صرف یہ ہے کہ رائٹر اس اسلوب میں کچھ بھی لکھنے میں آزاد ہے۔ المقدسی مزید کہتا ہے کہ عربی نثر میں قدماء عرب خطباء اور رائٹرز کی تحریروں اور تقریروں سے جانکاری رکھنے والا کوئی بھی شخص قدیم عربی خطبات اور جدید مقالہ کے درمیان بین فرق کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ انیس المقدسی رسالہ "الدرۃ الیتیمۃ" کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ابن المقفع کا یہ رسالہ اعلیٰ اخلاق، عمدہ سلوک اور بلیغ اقوال پر مشتمل ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی ضرورت ہر انسان کو ہر زمان و مکان میں ہے اور ہوتی رہے گی۔ لیکن اس کے باوجود یہ رسالہ اور ابن المقفع کے دوسرے رسائل کسی طرح بھی جدید مقالہ کے اصول و ضوابط پر قائم نہیں ہیں، انیس المقدسی، الجاحظ اور التوحیدی کے رسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان دونوں قدیم رائٹرز کے بعض رسائل پر کسی حد تک عصری مقالہ کے قواعد و ضوابط منطبق کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان میں شرح جرح و قدح اور تکرار کی وجہ سے وہ عصری مقالہ کے حدود سے خارج ہو جاتے ہیں۔ انیس المقدسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] فلسفی شاعر ابو العلاء المعری کے رسائل (جن کو مستشرق مارگولیوت نے جمع کر کے مطبوعہ آکسفورڈ سے شائع کیا ہے اور جو لگ بھگ ۴۲ رسالے ہیں) ممتاز زبان، عمدہ ادب اور اعلیٰ فکر پر مشتمل ہونے کے باوجود عصری مقالہ کے حدود سے باہر ہیں اور مراسلات اخوانیہ میں شامل ہیں۔ رسائل اخوان الصفا کا بھی یہی حال ہے اس موضوع میں ہماری متواضع رائے ہے کہ قدیم عربی ادب میں مقالے کے وجود اور عدم وجود کے سلسلہ میں ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ قدیم قدیم ہے اور جدید جدید ہے اس لیے قدیم تحریروں کے مقابیس جدید ادبی شاہکاروں کے موازین سے مختلف ہونا لازمی ہے، چنانچہ قدیم عربی مقالہ کو جدید تنقیدی معیار سے پرکھنا ہمارے لیے جائز نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ ہمیں یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ مغربی ناقدوں کے بتائے ہوئے مقالہ کے خصائص کا مشرقی مقالہ نگاروں کی تحریروں میں پایا جانا قطعی لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ہر عصر اور ہر محل کے احوال وکوائف مختلف ہوتے ہیں اور پھر ہر قوم اور ہر ملک کا خاص مزاج ہوتا ہے اور خاص طریقۂ تحریر، اگر ہم مذکورہ بالا حقیقت کو تسلیم کر لیتے ہیں تو ہمارے لیے آسان ہو جاتا ہے کہ قدیم عربی ادب کے مختلف خطبات ومقامات اور رسائل کے ساتھ ساتھ عصر اموی کے عظیم رائٹر عبد الحمید الکاتب کی شطرنج اور شکار وغیرہ پر تحریریں، عصر عباسی اول کے ہونہار رائٹر عبد اللہ بن المقفع کی تحریروں کا ایک بڑا حصہ اور عصر عباسی ثانی کے کثیر التصانیف عظیم ادیب الجاحظ کے ادبی فصول (جن سے کتاب الحیوان، کتاب البخلاء، کتاب البیان والتبیین، کتاب الاضداد اور کتاب المحاسن پر ہیں) یقیناً مطول اور مختصر مقالات کے نام سے موسوم کیے جا سکتے ہیں بلکہ وہ مقالہ کے نام کے مستحق ہیں۔

جدید عربی ادب میں مقالہ کا مأخذ

مقالہ لفظ قول سے مشتق ہے، اس کا ماخذ کتابت نہیں ہے کمتوب یعنی لکھی ہوئی یا لکھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقالہ یعنی کہی ہوئی بات سے موسوم کیے جانے کی وجہ وہ وجہ تشبیہ ہے جو خبر اور منشور [illegible] ہے ہم جانتے ہیں کہ خبر اور منشور دونوں کسی حاکم یا افسر کی طرف سے صادر ہوتے [illegible] اور رسالوں میں چھاپے جاتے تھے' ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عربی اخبارات اپنے اول [illegible] ہوتے تھے اور سرکاری بیانات، اوامر ونواہی اور قوانین کے ساتھ ساتھ حاکم یا افسر [illegible] مدیر اخبارات اور رسالوں کی رائیں بھی چھاپی جاتی تھیں اس طرح مقالہ ایک بات تھی جو پہلے کہی جاتی تھی پھر لکھی اور چھاپی جاتی تھی۔

عربی صحافت میں سب سے پہلے مقالہ کا اطلاق کسی مکتوب پر عظیم صحافی احمد فارس الشدیاق نے کیا ہے۔ انھوں نے اپنے اخبار "الجوائب" میں دریائے نیل پر کچھ لکھا تھا اور مقالہ کے لفظ کو استعمال کرتے ہوئے "مقالہ فی اصل النیل" کے عنوان سے چھاپا تھا۔ الشدیاق نے مقالہ کے لیے لفظ "فصل" کو بھی استعمال کیا ہے چنانچہ "کنز الرغائب" کے جزء اول میں (طبع ۱۲۸۸ھ) وہ لکھتا ہے "امابعد ___ بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ "الجوائب" میں چھپے ہوئے فصول جمع کر کے کتاب کی شکل میں چھاپ دیے جائیں"۔

عربی مقالہ کے اقسام:

عربی مقالہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) صحافتی مقالہ (۲) اور ادبی مقالہ، پھر صحافتی مقالہ کی چار قسمیں ہیں:-

۱- افتتاحی مقالہ: جو عربی اخبارات میں عام طور پر صفحۂ اول میں چھاپا جاتا ہے لیکن مصری اخبارات مغربی صحافت سے متاثر ہو کر افتتاحی مقالوں کو صفحۂ اول کی بجائے کسی دوسرے صفحہ میں چھاپتے ہیں اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں عالمی اخبارات کے پہلے صفحے عالمی اور ملکی اہم حوادث اور خبروں کے لیے مخصوص ہو گئے ہیں۔

۲- تفصیلی صحافتی مقالہ: اس قسم کے مقالے عام طور پر ماہانہ یا ہفتہ وار رسالوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible]

۳- تحقیقی صحافتی مقالہ: اس قسم کے مقالوں میں صحافی یا رائٹر کسی بھی اہم واقعہ، حادثہ، نیا انکشاف یا نئی ایجاد اور سیاسی یا سماجی رپورٹ کا تجزیہ یا اس پر تبصرہ [illegible] جو اطلاع یا رائے کا اظہار کرتا ہے۔ ایسا صحافی یا رائٹر عام طور پر سینئر المعلومات [illegible] یعنی تجربہ کار اور قدیر صحافی یا رائٹر ہوتا ہے۔

۴- انتقادی صحافتی مقالہ: اس قسم کے مقالوں میں صحافی یا رائٹر کسی ادبی کام [illegible] سرکاری رجحان کو اجاگر کرتا ہے۔ مذکورہ بالا صحافتی مقالہ کے اقسام کے علاوہ بھی [illegible] عربی اخبارات اور رسالوں میں عام طور پر چھپتے ہیں جو عربی صحافت میں "تقاریر" اور "یومیات" کے نام سے موسوم ہیں اور جو مختلف چھوٹے موٹے مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں اور عدم موازنہ نگارش کے حامل بھی ہوتے ہیں۔

ادبی مقالہ: ادبی مقالہ کو لکھنے میں رائٹر تکنیک میں متانت اور تحریر میں دقت سے کام لیتا ہے، ادبی مقالوں کے مضامین تاملی، وصفی، انتقادی، علمی اور فلسفی ہوتے ہیں، ادبی مقالہ کے اصناف حسب ذیل ہیں:

۱- شخصی مقالہ: اس صنف کے مقالے میں رائٹر اپنے آراء و افکار اور تجربات کو قلمبند کرتا ہے اور دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

۲- تاملی مقالہ: اس صنف کے مقالے لکھنے میں رائٹر مختلف اقوام و ملل و نحل کے حکم و امثال اور اقوال ماثورہ سے استفادہ کرتا ہے۔

۳- وصفی مقالہ: اس صنف کے مقالوں میں رائٹر کسی شخص یا جماعت کو اپنے آراء و نظریات کے ڈھانچے میں ڈھالتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کسی اخلاقی مقصد کو ثابت کرے۔

۴- انتقادی مقالہ: اس صنف کے مقالوں میں کسی ادبی یا فنی شاہکار کی تعریف یا تنقید ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔ علمی مقالہ: اس صنف کے مقالوں میں کسی علمی مضمون کا آسان طریقے سے [illegible]
کیا جاتا ہے۔

۶۔ فلسفی مقالہ: اس صنف کے مقالوں میں اخلاق و دین یا ثقافت وغیرہ کے
موضوعات پر گفتگو کی جاتی ہے۔

۷۔ قصصی مقالہ: اس صنف کے مقالے میں کسی حقیقت یا موضوع کو افسانہ
نگارش کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔

عربی مقالہ کے مراحل۔

عربی مقالہ کو اپنی موجودہ ارتقائی شکل اختیار کرنے سے قبل اپنی نشوونما کے لیے کئی مراحل سے گذرنا پڑتا ہے جیسا کہ انیس المقدسی کے آراء سے ہمیں معلوم ہوا۔ قدماء عربی نثر کی مختلف اصناف (رسالہ، خطبہ اور مقامہ) سے مانوس تو تھے مگر وہ مقالہ نگاری کی فن پر مبنی مقالہ کے اشکال سے محروم تھے اور ان کی اس محرومی کا سبب ان میں صحافت کا نہ ہونا تھا، چنانچہ عربوں میں عصری مقالہ کا ظہور عربی زبان میں صحافت کے ظہور سے ہوا۔ سب سے پہلے عرب دنیا میں والیٔ مصر محمد علی کے عہد میں عربی اخبار "الوقائع المصریہ" ۱۸۲۸ء میں نکلا تھا۔ "الوقائع المصریہ" سرکاری اخبار تھا اور ۱۸۶۰ء تک کوئی عوامی اخبار کا وجود نہ تھا، ۱۸۶۰ء میں عظیم عرب ادیب اور نامور عرب صحافی احمد فارس الشدیاق نے قسطنطنیہ سے "الجوائب" کے نام سے ایک اخبار نکالا تھا۔ اس اخبار میں الشدیاق کے قلم سے مقالے فصیح و بلیغ زبان میں شائع ہوتے تھے۔ عربی ادب کے عظیم ادیب و مورخ جرجی زیدان الشدیاق کے بارہ میں لکھتا ہے کہ وہ پہلا عرب ادیب ہے جو صحافت کو زبان و ادب کی طرف لایا تھا۔ اس کے لیے ایسا اس لیے ممکن ہوا تھا کہ وہ ادیب اور لغت کا ماہر تھا اور اس کے پاس معلومات کا ذخیرہ تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"الشرق" کے بعد عبداللہ ابو السعود نامی مصری ادیب نے "وادی النیل" کے نام سے ۱۸۶۶ء میں ایک دوسرا عوامی اخبار نکالا تھا۔ پھر عظیم ازہری ادیب رافع رفاعہ الطہطاوی نے "روضۃ المدارس" کے نام سے ایک رسالہ نکالا تھا۔ وادی النیل، الوقائع، روضۃ المدارس جیسے اخبارات اور رسالے رفتہ رفتہ نکلتے رہے اور عربی ادب کی نشو و نما اور اس کے ارتقاء میں اہم رول ادا کرتے رہے۔ ان اخبارات اور رسالوں میں حسب ذیل اخبارات اور رسالے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ جمال الدین الافغانی اور الشیخ محمد عبدہ کا "العروۃ الوثقی" جو فرانس سے نکلتا تھا۔

۲۔ رزق حسون کا "مرآۃ الاحوال"

۳۔ خلیل الخوری کا "حدیقۃ الاخبار" جو ۱۸۵۹ء سے نکلنا شروع ہوا تھا۔

۴۔ جورجی زیدان کی زیر ادارت "الاہرام" ۱۸۷۶ء سے نکلنا شروع ہوا تھا۔

۵۔ جورجی زیدان کا ہی جریدہ "الرفاق" ۱۸۸۵ء سے نکلنے لگا تھا۔

۶۔ جورجی زیدان نے ہی "الہلال" کو ۱۸۹۳ء میں نکالا تھا۔

۷۔ ادیب اسحاق اور سلیم النقاش کا "المحروسۃ" ۱۸۸۰ء سے نکلتا تھا۔

۸۔ عثمان جلال اور ابراہیم الدیلمی کا "نزہۃ الافکار" ۱۸۹۹ء سے نکلتا تھا۔

۹۔ ابراہیم الدیلمی کا مجلہ "مصباح الشرق" بھی نکلتا تھا۔

۱۰۔ علی یوسف کا "المؤید" رسالہ کافی دنوں تک آب و تاب سے نکلتا تھا۔

۱۱۔ مصطفیٰ کامل کا "اللواء" سیاسی دنیا میں ہلچل مچا دینے والا رسالہ تھا۔

۱۲۔ احمد لطفی السید کا رسالہ "الجریدۃ" سیاسی اور ادبی مقالوں کا علمبردار تھا۔

۱۳۔ امین الرافعی کا "الاخبار" اب تک زندہ ہے اور سیاسیات پر اہم رول ادا کرتا ہے۔

۱۴۔ محمد حسین ہیکل کا "السیاسۃ" بے حد مشہور تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵۔ بطرس البستانی کا "الجنان" ادبی مقالے اور کہانیوں کا مجلہ تھا

۱۶۔ الشیخ ابراہیم الیازجی کا "الطبیب"

۱۷۔ انہی کا "البیان"

۱۸۔ انہی کا "الضیاء"

(مقالے اور کہانیوں کے رسالے کی حیثیت رکھتے تھے)

۱۹۔ یعقوب صروف کا "المقتطف" دنیا بھر میں مشہور تھا۔

۲۰۔ محمد زکی عبدالقادر کا "الفصول" خالص ادبی مقالہ تھا۔

۲۱۔ احمد امین کا "الثقافۃ"

۲۲۔ ان کا ہی "الکاتب"

۲۳۔ احمد زکی عبدالقادر کا "ابولو"

نیز مندرجہ ذیل رسالے:

۲۴۔ الکاتب المصری

۲۵۔ الادب

۲۶۔ الادیب

۲۷۔ الرسالۃ الجدیدۃ

۲۸۔ الحوار

۲۹۔ الکوکب

اور شمالی امریکا میں بسنے والے مہاجرین عرب کے رسالے

۳۰۔ الہدیٰ

۳۱۔ مرآۃ العرب

۳۲۔ البیان

۳۳۔ السائح

© rasailojaraid.com

[illegible] کہ جہاں تک حالات میں جو رول ادا کیا ہے عرب ادباء اس کو کبھی فراموش نہ کر سکیں گے

[illegible] پہلا مرحلہ ۱۸۰۰ء میں شروع ہوتا ہے اور ۱۸۵۰ء تک ختم ہوتا ہے اس دور میں عربی مقالہ کی نشو و نما ہوتی ہے۔ عربی مقالہ کا دوسرا مرحلہ ۱۸۵۰ء میں شروع ہوتا ہے اور ۱۹۱۲ء تک ختم ہوتا ہے اس مرحلہ میں عربی مقالہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے اور عربی مقالہ کا تیسرا مرحلہ ۱۹۱۲ء سے شروع ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۰ء تک کی مدت میں عربی مقالہ کی نشو و نما احمد فارس الشدیاق، عبداللہ ابوالسعود اور رفاعہ الطہطاوی جیسے نامور ادباء اور رائٹرز کے ہاتھوں ہوئی ہے اور ۱۸۵۰ء سے ۱۹۱۲ء تک کی مدت میں عربی مقالہ عظیم مقالہ نگار مصطفیٰ المنفلوطی جیسے ادباء اور رائٹرز کے مساعی حمیدہ کی وجہ سے اپنی ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا تھا۔

المنفلوطی کا مقالہ نگاری میں طرز نگارش چند اہم اور واضح خصائص کا حامل ہے ان کا طرز نگارش تکلف اور تقلید سے خالی نظر آتا ہے۔ اُن کے مقالوں کی موضوعیت میں صداقت پائی جاتی ہے ان کے مقالوں کی عبارتوں میں حسن و خوبی کا خاص اہتمام پایا جاتا ہے ان کے مقالوں میں عاطفی رجحان خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ ان کے مقالے تعبیری تعقیدات اور لفظی محسنات سے خالی ہیں اور ان کے مقالوں میں طرز نگارش سہولت اور سلاست کا حامل ہے۔

عربی مقالہ کے اس طرز نگارش کی بنیاد عصر عباسی کا ممتاز عربی نثر ہے جو عربوں کو ابن المقفع اور الجاحظ جیسے نامور رائٹرز کی تحریروں سے ملی ہے۔ عصر عباسی کے نثری خصائص ہم کو المنفلوطی کے مقالات میں واضح طور پر ملتے ہیں، ان مقالات کو "المؤید" شائع کرتا تھا اور اب وہ "العبرات" اور "النظرات" کے دو عنوانوں کے تحت کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور وہ ادبیات، سماجیات اور اخلاقیات پر مشتمل ہیں۔ کم لوگ ہوں گے جو ان مقالوں میں المنفلوطی کے طرز نگارش سے محظوظ نہ ہوں گے۔ مقالہ نگاری میں المنفلوطی کا طرز نگارش

© rasailojaraid.com